More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

مادرِ ملت، خاتونِ پاکستان

فاطمہ جناح

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

حرف اول

سعدیہ راشد

پاکستان ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ اس کے بنانے، قائم رکھنے اور اس کی ترقی کے لیے جن بزرگوں نے اپنی زندگی کے آخری دم تک جدوجہد جاری رکھی وہ پاکستانی قوم کے محسن ہیں۔ جو قومیں اپنے بزرگوں اور محسنوں سے محبت کرتی ہیں اور ان کے احسان کو مانتی ہیں وہ ہمیشہ زندہ اور کامیاب رہتی ہیں۔ اس لیے اپنے رہنماؤں کو یاد رکھنا، ان کی زندگیوں سے سبق سیکھنا اور رہ نمائی حاصل کرتے رہنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اس فرض کی ادائی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان محسنوں کے حالات زندگی کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں، ان کی تحریروں سے استفادہ کریں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

مادرملت فاطمہ جناح بانی پاکستان کی بہن بھی ہیں، رفیق کار بھی ہیں اور تحریک پاکستان کی عظیم خاتون رہ نما بھی ہیں، اس لیے مادرملت کے ساتھ ساتھ انھیں خاتون پاکستان ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ملک وقوم کی بھلائی، جمہوریت کی بحالی اور ملک کے استحکام کے لیے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انھوں نے خواتین کی فلاح وتنظیم اور تعلیم وترقی کے میدان میں انھیں آگے بڑھانے کی آخری دم تک جدوجہد کی اور ان کے حقیقی مفادات کے حق میں ہمیشہ آواز بلند کی۔

مادرملت کی زندگی اور خدمات کے کئی پہلو ہیں جو آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔ یقین ہے کہ آپ مادرملت فاطمہ جناح کے حالات زندگی سے سبق حاصل کریں گے، انھیں مثال بنانے کی کوشش کریں گے اور ملک وقوم کی ہمہ جہت ترقی کے لیے خود کو تیار کریں گے۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیش لفظ

انسان کی فطرت میں نقل کرنے کا جذبہ رکھا گیا ہے۔ بڑے لوگوں کا اثر انسان پر زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ان کی نقل زیادہ کی جاتی ہے۔ اس جذبے سے فائدہ اٹھانے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ بڑے لوگوں کے حالات پڑھے جائیں۔ ہر شخص بڑے لوگوں سے نہیں مل سکتا۔ پھر جو لوگ گزر گئے ہیں، ان سے ملنا ممکن بھی نہیں ہے۔ اس لیے ان لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھ کر ہم ان کی زندگی کو سمجھ سکتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے حالات خود لکھ دیتے ہیں جن کو "خودنوشت سوانح عمری" کہتے ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے سے ہم میں ان جیسا بننے اور ان کی نقل کرنے کی خواہش پیدا ہوگی اور ہم میں بھی وہی خوبیاں پیدا ہوں گی جو بڑے لوگوں میں ہوتی ہیں۔

بڑے لوگوں کے حالات پڑھنے سے تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ کیسی کیسی مشکلات سے گزرے اور ان کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے کتنی سخت محنت کرنی پڑی۔ اس طرح تم میں بھی ہمت اور لگن بڑھے گی۔

حکیم محمد سعید

قائداعظم کا خراج تحسین

قیام پاکستان کی تاریخ کا اعلان ہو چکا تھا۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے متفقہ طور پر پاکستان کا پہلا گورنر جنرل اپنے عظیم رہنما قائداعظم محمد علی جناح کو منتخب کر لیا تھا۔

پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم کو کراچی میں حلف اٹھانا تھا۔

اور پھر وہ یادگار تاریخ آئی۔۔۔ ۷ اگست ۱۹۴۷ء

جدوجہد آزادی کے ایک تھکا دینے والے سفر سے گزر کر بمبئی میں اپنے طویل قیام کے بعد قائداعظم اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ کراچی پہنچے۔

ہزاروں منتظر آنکھوں نے والہانہ انداز میں عظیم قائد کو دیکھا۔ وہ اپنی بہن فاطمہ جناح کے ساتھ وائسرائے ہند کے طیارے میں کراچی کے ایئرپورٹ پر اترے۔ وہ ماڑی پور کا ایئرپورٹ تھا۔ لوگوں نے آج ان کے لباس میں ایک واضح تبدیلی دیکھی۔ قائداعظم عموماً بہترین انگریزی سوٹ پہنا کرتے تھے جو ان پر جچتا بھی تھا اور محترمہ فاطمہ جناح عموماً ساڑھی پہنا کرتی تھیں، لیکن آج قائداعظم محمد علی جناح شیروانی پہنے ہوئے تھے اور سر پر جناح کیپ تھی۔ محترمہ فاطمہ جناح نے غرارہ اور قمیص پہنی ہوئی تھی۔

قائداعظم ہر موقع پر اپنی بہن کو ساتھ رکھا کرتے تھے۔ نہ صرف وہ ہر اہم موقع پر بہن کو ساتھ رکھا کرتے تھے بلکہ کئی بار انھوں نے پبلک جلسوں میں واضح الفاظ میں اپنی بہن کو سراہا بھی۔

۹ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی کلب میں قائداعظم کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا گیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"مس جناح میرے لیے مدد اور حوصلہ افزائی کا ایک سرچشمہ ہیں۔ ان دنوں جب میں یہ توقع کر رہا تھا کہ برطانوی حکومت مجھے قید کر لے گی، جب کہ انقلاب میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھور رہا تھا، یہ میری بہن کی ذات ہی تھی جس نے میری ہمت

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

افزائی کی اور اس وقت مجھ سے حوصلہ افزا کلمات کہے۔ میری صحت کی دیکھ بھال ان کی مستقل ذمے داری ہے۔''

قائداعظم کے اس بیان میں ان کے اور لارڈ ولنگڈن کے اس معرکہ آرا جھگڑے کی طرف اشارہ ہے جو بمبئی میں قائداعظم اور لارڈ ولنگڈن کے درمیان ہوا۔ قائداعظم نے اپنی بے باکی اور اولوالعزمی اور جرات سے حریف کو کامل شکست دی۔ اس معرکے کی یاد میں بمبئی میں جناح میموریل ہال تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب انگریز کی حکمرانی اور اس کا جاہ وجلال اپنے عروج پر تھا اور کسی بڑے سے بڑے ہندستانی کو حوصلہ نہ تھا کہ وہ کسی انگریز کا مقابلہ کرے۔ اس وقت قائداعظم کی بیگم رتی جناح اور بہن فاطمہ جناح نے نہ صرف قائداعظم کی حوصلہ افزائی کی بلکہ اس میں اپنے طور پر شریک بھی ہوئیں۔

ایک اور موقع پر قائداعظم نے اپنی بہن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

''تفکرات، پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانے میں جب میں گھر آتا تو میری بہن روشنی اور امید کی کرن بن کر میرا خیر مقدم کرتی تھی۔ اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے۔ میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی۔ اس نے بے پروائی سے کام نہیں لیا اور کبھی شکایت نہیں کی۔''

فاطمہ جناح، بھائی کی بیماری کی وجہ سے ان کی غذا کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ اپنی نگرانی میں بھائی کی پسند کے کھانے پکواتیں اور کھانے پر بھائی کے ایک ایک لقمے کا دھیان رکھتیں۔

یوں تو بہن بھائی میں محبت ہوتی ہے، لیکن فاطمہ جناح اور قائداعظم کی رفاقت مثالی تھی۔ فاطمہ جناح نے اپنی زندگی کا بھی خیال نہیں کیا۔ ان کی ساری توجہ بھائی کی دیکھ بھال پر تھی۔ قائداعظم کی بیوی کے انتقال کے بعد وہی ان کے گھر کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ زندگی کی طویل جدوجہد کے بعد جب قائداعظم اپنے آخری ایام میں زیارت گئے تب بھی وہ اپنے عظیم بھائی کے ساتھ تھیں اور جب زیارت سے واپس کراچی پہنچ کر ان کا

انتقال ہوا تب بھی وہ اپنے بھائی کے پاس تھیں۔

قائداعظم کی سیاسی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ ہی ان کی واحد معاون اور ساتھی تھیں۔ علامہ محمد اقبال سے خط وکتابت کے دوران قائداعظم کے پاس کوئی ذاتی اسٹاف نہ تھا۔ فاطمہ اپنے بھائی کی لکھی ہوئی تحریروں کا مطالعہ بھی کرتی تھیں اور ان کی حفاظت بھی کرتی تھیں۔

قائداعظم کی تین بہنیں اور بھی تھیں، لیکن اپنی رفاقت کے لیے انھوں نے فاطمہ کو پسند کیا تھا۔ فاطمہ نے بھی اپنی جاں نثاری اور خلوص کی ایک نادر مثال قائم کردی۔ نہ صرف نجی زندگی میں وہ قائداعظم کے ساتھ تھیں بلکہ تحریک پاکستان میں وہ ہمیشہ ایک عام کارکن کی حیثیت سے کام کیا کرتی تھیں۔ بقول فاطمہ جناح کے:''میں نے قائداعظم کی قیادت میں پاکستان کے لیے ایک عام سپاہی کی طرح دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش کام کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم مجھے ہر جگہ ساتھ رکھتے تھے لیکن انھوں نے مجھے کوئی سیاسی عہدہ نہیں دیا تھا۔ انھوں نے اپنے لیے پاکستان نہیں بنایا تھا۔ نہ اپنی بہن کے لیے بنایا تھا بلکہ پوری قوم کے لیے بنایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیگم محمد علی جوہر مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں خواتین کی نمائندگی کرتی تھیں۔''

تصویر قائداعظم

محترمہ فاطمہ جناح کی شخصیت میں بہت سی باتیں اپنے بھائی کی مماثلت لیے ہوئے تھیں۔ ان کی آنکھوں میں وہی روشنی تھی جو قائداعظم کی آنکھوں میں تھی۔ ان کا طرز گفتگو وہی تھا جو قائداعظم کا تھا۔ وہ قائداعظم کی طرح ڈسپلن کی پابند تھیں۔ وقت کی پابندی ان کا نشانِ امتیاز تھا۔

محترمہ فاطمہ جناح کے حلیے، وضع قطع، بات چیت، چال ڈھال سب میں ایک وقار تھا۔ وہ ایک خوش پوشاک خاتون تھیں اور قائداعظم کی طرح عمدہ لباس پہنتی تھیں۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

فاطمہ جناح کی بڑی بہن شیریں جناح کہتی ہیں: ''فاطمہ کو عمدہ لباس کا ذوق خاندانی ورثے میں ملا تھا۔ جب وہ بمبئی میں بھائی (قائداعظم) کے پاس رہتی تھیں تو اس زمانے میں ساڑھی کا بڑا رواج تھا۔ چناں چہ وہ اعلا قسم کی ساڑھیاں پہنتی تھیں۔ رنگوں میں انھیں سفید رنگ بہت پسند تھا۔''

کراچی آنے کے بعد کچھ عرصے غرارہ پہنتی رہیں اور پھر شلوار قمیص کو اپنا مستقل لباس بنالیا۔ فاطمہ زیورات ایسے پسند کرتی تھیں جن میں سرخ موتی جڑے ہوئے ہوں۔ قائداعظم انھیں قیمتی جواہرات خرید کر دیتے تھے۔

فاطمہ جناح اپنے بھائی کی سچی تصویر تھیں۔ ان کے بارے میں مصنف آغا شورش کاشمیری کہتے ہیں:

''جیتے جی بھائی کی ہو بہو تصویر، بالا و بلند، اکہرا بدن، بہتر سال کی عمر میں بھی کشیدہ کشیدہ قامت، گلابی چہرہ، ستواں ناک اور آنکھوں میں بلا کی چمک۔ جائزہ لیتی ہوئی نگاہیں، بال سفید، ماتھے پر جھریوں کی چنٹ، آواز میں اقبال، چال میں کمال، طبیعت میں جلال، سرتاپا استقلال، رفتار و گفتار میں سطوت، کردار میں عظمت، قائداعظم کی معنوی صفات کا عکس، حیا کی طرح نرم، رعد کی طرح گرم، بانیِ پاکستان کی نشانی، ایک حصار جس کے قرب سے حشمت کا احساس ہوتا ہے اور جس کی دوری سے عقیدت نشو و نما پاتی ہے۔ بھائی شہنشاہ، بہن بے پناہ!''

بھائی کی سرپرستی میں!

قدرت کا ایک قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی عظیم شخصیت کا ظہور چاہتی ہے تو پہلے اس کے استقبال کے لیے اس کی شخصیت کے مطابق ماحول پیدا کرتی ہے۔ قائداعظم بھی ایسی ہی شخصیت تھے جن کے جوہر اس وقت کھلے جب چاروں طرف مایوسی کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ ایسے میں قائداعظم نے اپنی جدوجہد سے آزادی کی شمع کو روشن کردیا۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمان ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ بہ ظاہر ہار چکے تھے۔ مسلمانوں میں آزادی کے جذبے کی ایک لہر پیدا ہو چکی تھی، لیکن انگریز حکمرانوں کو یہ اطمینان تھا کہ پورا ہندستان اس لپیٹ میں نہیں آیا ہے، کیوں کہ ابھی ہندستان کے بعض علاقے ایسے بھی تھے جہاں اس کشمکش کے دور میں بھی زندگی پرسکون انداز میں گزر رہی تھی۔ ایسے ہی علاقوں میں سے ایک علاقہ ''کاٹھیاواڑ'' کا تھا جو بمبئی پریذیڈنسی میں شامل تھا۔ کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست گونڈل تھی جس کے دارالحکومت کا نام بھی ''گونڈل'' تھا۔ یہی اس ریاست کا سب سے بڑا شہر بھی تھا۔ اس ریاست کے لوگوں کی دنیا بڑی محدود تھی۔ یہ لوگ اپنے اردگرد ہونے والی تبدیلیوں سے بے خبر تھے۔ اسی ریاست گونڈل میں ایک گاؤں تھا پانیلی۔

اس گاؤں میں پونجاہ بھائی نامی ایک شخص رہتا تھا۔ اس نے کھڈیاں لگا رکھی تھیں، جب کہ گاؤں کے زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ پونجاہ بھائی کے ہاں ۱۸۵۷ء میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ پونجاہ بھائی نے بڑے پیار سے اپنے بیٹے کا نام ''جینا'' رکھا۔ گجراتی زبان میں ''جینا'' کے معنی ''دبلے پتلے'' کے ہیں۔

یہ دبلا پتلا بچہ اپنے اندر توانائیوں کے بیش بہا خزانے لے کر پیدا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جذبہ رکھتا تھا۔ اس لیے جلد ہی ترقی کرنے کے لیے اس کو اپنا گاؤں ''پانیلی'' تنگ لگنے لگا اور اس نے آگے بڑھنے کے لیے شہر ''گونڈل'' جانے کی ٹھان لی۔

نوجوان جینا تھوڑی رقم اور والد کی ڈھیر ساری نصیحتیں لے کر ''گونڈل'' پہنچا اور وہاں اپنی محنت سے تجارت کرکے خاصا منافع کمالیا اور جب وہ واپس گاؤں پہنچا تو والدین نے اس کی کامیابی کی بہت خوشیاں منائیں۔ اس کے والد کو اس بات کی بہت خوشی تھی کہ بیٹے نے شہر میں تجارت میں کامیابی حاصل کی ہے۔ جینا اب مستقل شہر گونڈل میں رہنے لگے تھے۔ اس لیے جلد ہی والدین نے ان کی تنہائی دور کرنے کے خیال سے ان کی

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس فیصلے کے بعد انھوں نے اپنے گاؤں سے دس میل دور واقع ایک گاؤں ''دھفہ'' میں رہنے والی لڑکی ''میٹھی بائی'' کا انتخاب کیا اور یوں جینا بھائی اور میٹھی بائی کی شادی ہوگئی یہ ۱۸۷۴ء کی بات ہے۔

جینا بھائی اپنی بیوی کو لے کر واپس شہر گونڈل پہنچے۔ کچھ عرصہ وہ گونڈل میں تجارت کرتے رہے۔ اس کے بعد جینا کو گونڈل بھی اپنی ترقی کے لیے محدود میدان لگنے لگا۔ اب ان کے سامنے دو ایسے شہر تھے جن کی بندرگاہیں تجارت کے لیے بہت مشہور تھیں۔ ایک شہر تھا بمبئی اور دوسرا کراچی۔ بہت سوچ بچار کے بعد جینا بھائی نے کراچی جانے کا فیصلہ کرلیا، کیوں کہ کراچی نسبتاً نئی بندرگاہ ہونے کی بنا پر ترقی کے مزید امکانات رکھتا تھا۔

اب جینا بھائی کراچی پہنچے اور رہائش کے لیے انھوں نے ''کھارادر'' کے علاقے کا انتخاب کیا اور یہاں ''نیونہام روڈ'' پر دو کمروں کا ایک ہوادار فلیٹ لے لیا۔ یہ علاقہ شہر کا تجارتی دل سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں گجرات اور کاٹھیاواڑ سے آنے والے کئی تجارت پیشہ خاندان بھی آباد تھے۔

جینا پونجاہ کے سسرال والوں کا تعلق ایران سے بھی تھا اور ان کے ہاں فارسی آمیز زبان بولی جاتی تھی۔ شاید انھی اثرات کی وجہ سے جینا پونجاہ نے اپنے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کرلی اور اپنا نام ''جناح پونجا'' رکھ لیا۔ ''جینا'' کے معنی گجراتی میں دبلے پتلے کے ہیں جب کہ جناح کا لفظ قرآن میں بھی ہے اور اس کے معنی ہیں بازو۔ اس سلسلے میں محققین کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں جینا پونجاہ نے ''جناح'' کا لفظ ''ذوالجناح'' سے منتخب کیا ہے۔ بہرحال نام کی تبدیلی ان کے ذہن کی تبدیلی اور مسلسل آگے بڑھنے کی صلاحیت کا بھی اظہار ہے۔

جناح پونجا صرف تجارت میں آگے نہیں بڑھ رہے تھے بلکہ ان کو اپنی ذہنی نشوونما کا بھی خیال تھا۔ اب جناح پونجا نے فارسی اور گجراتی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی شدبد

حاصل کرلی۔ جس سے ان کو تجارتی معاملات میں خاصا فائدہ پہنچا۔ ترقی کے اس دور میں جناح پونجا کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا۔ وہ اتوار کا دن تھا۔ دسمبر کی ۲۵ تاریخ اور سن تھا ۱۸۷۶ء۔ بچے کے ماموں قاسم کے مشورے سے بچے کا نام ''محمد علی'' رکھا گیا۔ یہ اس خاندان کے کسی بچے کا پہلا اسلامی طرز کا نام تھا۔

جناح پونجا اپنے بیٹے محمد علی کو ایک کامیاب تاجر دیکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ ان کے کاروبار کو مزید وسعت دے۔ اس خیال سے انھوں نے فیصلہ کیا کہ محمد علی کو انگلستان بھجوایا جائے تاکہ وہاں اس تجارتی کمپنی میں جاکر عملی تجربہ بھی حاصل کریں جس سے ان کے تجارتی رابطے تھے، لیکن محمد علی کی والدہ اپنے لاڈلے بیٹے کو سات سمندر پار اتنے عرصے کے لیے بھیجنے پر رضامند نہ تھیں۔ انھوں نے بیوی کو بہت سمجھایا بجھایا۔ بالآخر وہ بیٹے کے روشن مستقبل کے خیال سے راضی ہوگئیں، لیکن اس شرط پر کہ نوجوان محمد علی کی جانے سے پہلے شادی کردی جائے، کہیں وہ انگلستان میں کسی انگریز لڑکی سے شادی نہ کرلے۔

شادی کا فیصلہ ہوگیا تو لڑکی کی تلاش شروع ہوئی۔ محمد علی کی والدہ کے اپنے گاؤں پانیلی کے ایک اسماعیلی خوجہ خاندان میں جس سے ان کی دور کی رشتے داری بھی تھی، ایک نوجوان لڑکی ایمی بائی تھی۔ محمد علی کے لیے اس کا انتخاب کیا گیا۔ اس زمانے میں شادی بیاہ کے سلسلے میں لڑکے یا لڑکی کی مرضی معلوم کرنے کا رواج بالکل نہ تھا، اس لیے محمد علی کی ساری زندگی میں یہ واحد فیصلہ تھا جو انھوں نے دوسروں کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔

اس طرح ان کی ایمی بائی سے پہلے منگنی اور پھر شادی ہوگئی۔

اس شادی میں گاؤں کی تمام آبادی ایک ہفتے تک عصرانوں اور عشائیوں میں مدعو رہی۔ ہفتے بھر تک ''پانیلی'' میں میلے کا سماں رہا۔ اس وقت محمد علی کی عمر صرف ۱۶ سال تھی۔

محمد علی کی انگلستان روانگی کا وقت قریب آگیا تھا اس لیے رسم ورواج کے خلاف وہ شادی کے چندروز بعد ہی کراچی لوٹ آئے اور اوائل ۱۸۹۲ء میں بحری جہاز کے ذریعے

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے انگلستان روانہ ہوگئے۔

انگلستان پہنچ کر محمد علی "گراہمس شپنگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی" میں دیگر ملازمین کے ساتھ بیٹھ کر بزنس ایڈمنسٹریشن کی باریکیاں سیکھنے لگے، لیکن جلد ہی وہ اس ٹریننگ سے اکتا گئے۔ اب انھوں نے ترقی کے لیے نئی راہ اپنانے کا فیصلہ کرلیا۔ انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ انھیں انٹرنس کے امتحان کی تیاری کرنا ہے تاکہ اس امتحان کو پاس کرنے کے بعد وہ اپنے اصل فیصلے پر عمل کرسکیں یعنی قانون کی تعلیم کا سلسلہ شروع کریں۔

محمد علی کا یہ فیصلہ ان کی زندگی کا اہم فیصلہ تھا، بلکہ اس کو ان کی ترقی کا سنگ میل بھی کہا جاسکتا ہے۔ بہرحال انٹرنس کے بعد انھوں نے "لٹل گو" کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ یہ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کا ابتدائی امتحان تھا۔ اس کے بعد انھوں نے انگلستان کے قانون کی تعلیم کے مشہور ادارے "لنکنز اِن" میں داخلہ لے لیا۔

ادھر کراچی میں جناح پونجاہ کے ہاں ۳۱ جولائی ۱۸۹۳ء کو ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ رکھا گیا۔ اس کے تقریباً دو سال بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بندے علی رکھا گیا۔ اس بچے کی پیدائش پر میٹھی بائی اور ایمی بائی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ ماں سے محرومی کے بعد فاطمہ کی دیکھ بھال ان کی بڑی بہن مریم نے شروع کردی۔

محمد علی جناح ابھی انگلستان میں ہی تھے کہ انھیں اپنی والدہ اور پھر بیوی کے انتقال کی خبر ملی۔ یوں وہ صرف اٹھارہ سال کی عمر میں بیوی اور والدہ سے محروم ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی ان کو اپنے والد کے کاروبار کی تباہی کا بھی علم ہوگیا۔ جب وہ بیرسٹری کی تعلیم مکمل کرکے کراچی پہنچے تو انھوں نے ایک اور اہم فیصلہ کیا۔

ان کے والد کا خیال تھا کہ وہ کراچی میں رہ کر ان کے کاروبار کی دیکھ بھال کریں اور یہاں پر ہی قانون کی پریکٹس کریں، لیکن انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بمبئی میں قانون کی پریکٹس کریں گے اور یوں کراچی پہنچنے کے تھوڑے ہی دن بعد انھوں نے ایک بار پھر بحری سفر اختیار کیا۔ اب کے یہ سفر بمبئی کا تھا اور زمانہ تھا ۱۸۹۶ء۔

یوں تو محمد علی جناح کی تین اور بہنیں تھیں، لیکن تمام بہن بھائیوں میں فاطمہ ان سے بہت مشابہت رکھتی تھیں اور پھر وقت نے بتایا کہ وہ صرف صورت شکل میں ہی مشابہت نہیں رکھتی تھیں بلکہ ان کی ذاتی زندگی میں بھی ان کے بہت قریب رہیں۔

۷ اپریل ۱۹۰۲ء کو والد کا انتقال ہوگیا۔ والد کے انتقال کے بعد محمد علی جناح نے فاطمہ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

قائداعظم کی عادت تھی کہ وہ کوئی فیصلہ کرلیتے تو اس پر جم جاتے۔ اس زمانے میں مسلمان لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج نہیں تھا، لیکن محمد علی جناح نے بہن کو تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا اور خاندان کی سخت مخالفت کے باوجود اپنے فیصلے پر جم گئے اور ۱۹۰۲ء میں فاطمہ کو باندرہ کونوینٹ اسکول میں داخل کروادیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ لڑکیوں کو تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ انگریز سے نفرت کی وجہ سے انگریزی تعلیم سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ انگریزی تعلیم سے لڑکوں کو بھی دور رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ جو مسلمان اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلواتے تھے ان کو تحقیر آمیز نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ ان حالات میں فاطمہ کو انگریزی تعلیم دلانے کا فیصلہ ہوا کے مخالف سفر کا فیصلہ تھا۔ انھوں نے بہن پر تعلیم کی اہمیت واضح کرنے کے لیے انھیں گاہے بگاہے اسکول لے جانا شروع کردیا اور جب فاطمہ کو اسکول کا ماحول اور صاف ستھرے یونی فارم میں ملبوس لڑکیاں اچھی لگنے لگیں تو انھوں نے کہا:

"انسان جو فیصلہ کرلے اسے اس پر قائم رہنا چاہیے!"

فاطمہ کے بارے میں شیریں جناح بتاتی ہیں:

"فاطمہ کو کھیل اور تفریح سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ وہ ہمارے عظیم بھائی کی طرح مطالعے کو سب چیزوں پر ترجیح دیتی تھیں۔"

محمد علی جناح نے جب فاطمہ کو باندرہ کونوینٹ اسکول میں داخل کرایا تو وہ بڑی ذہین اور اچھی طالبہ ثابت ہوئیں۔ ساری طالبات میں ہمیشہ اول آتی تھیں اور ان کے

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اچھے اخلاق و کردار کی وجہ سے سب لوگ فاطمہ کو پسند کرتے تھے۔ وہ بہت صاف ستھرے کپڑے پہنتی تھیں اور اپنی کتابیں اور دوسرا سامان بہت سلیقے سے رکھتی تھیں۔ ہمیشہ سچ بولتی تھیں۔ ہنس مکھ اور زندہ دلی کی وجہ سے طالبات میں بہت ہر دل عزیز تھیں۔ وہ اسکول کے سماجی کاموں میں بھی پیش پیش رہتی تھیں۔

طالب علمی کے زمانے میں فاطمہ کو دو چیزوں کا بہت شوق تھا، ایک چاکلیٹ کھانا اور دوسرا سائیکل چلانا۔ چاکلیٹ کا تو یہ عالم تھا کہ وہ دن بھر میں چاکلیٹ کا پورا ڈبہ صاف کر جاتی تھیں۔ سائیکل عموماً دوپہر کو چلاتی تھیں۔

محمد علی جناح نے ۱۹۰۶ء میں فاطمہ کو سینٹ پیٹرک اسکول کھنڈالہ میں داخل کرادیا، جہاں سے فاطمہ نے ۱۹۱۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر لیا اور واپس بھائی کے پاس آگئیں۔ اب فاطمہ نے پرائیویٹ طور پر سینئر کیمبرج کی تیاری شروع کر دی۔ اس سلسلے میں وہ برابر اپنے بھائی سے مدد لیتی رہتی تھیں۔ آخر ۱۹۱۳ء میں بحیثیت پرائیویٹ طالبہ کے انھوں نے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر لیا۔

قائداعظم کی رفاقت میں فاطمہ کی تعلیم و تربیت اس انداز میں ہوئی کہ وہ نہایت بے تکان، صاف، شستہ اور بامحاورہ انگریزی بولتی تھیں۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ گھر میں ایک بڑی لائبریری تھی جس میں دنیا کے ہر ادب اور فن کی کتابیں موجود تھیں اور جن کے مطالعے میں ان کا وقت گزرتا تھا۔ بھائی کی وجہ سے فاطمہ کو بھی سیاست سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ انھوں نے ادب اور سیاست پر بیسیوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔

اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں فاطمہ کو کلکتہ کے احمد ڈینٹل کالج میں داخلہ دلوادیا گیا۔ یہ اس وقت ہندستان کا واحد ڈینٹل کالج تھا۔ فاطمہ کی طالب علمی کے زمانے میں ان کی بڑی بہن مریم شادی کے بعد کلکتہ میں رہ رہی تھیں، لیکن فاطمہ کا قیام ہوسٹل میں ہی رہا اور وہ ۱۹۲۲ء میں ڈینٹسٹ کی سند حاصل کر کے بمبئی واپس آگئیں۔

میدان عمل میں

۱۹۲۳ء سے فاطمہ کی عملی زندگی کا آغاز ہوا جب انھوں نے ڈینٹسٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ایک ڈینٹل کلینک کھولا۔ محمد علی جناح نے بہن کو یہ ڈینٹل کلینک عبدالرحمٰن اسٹریٹ، بمبئی میں کھلوا کر دیا۔ اس کلینک میں چھ سات سال فاطمہ نے نہایت دلچسپی سے کام کیا۔ اس عرصے وہ اپنے ذاتی کلینک کے علاوہ روزانہ دھوبی تلاؤ پر واقع میونسپل کلینک میں بھی جاتی تھیں۔ وہاں غریبوں کا بلا معاوضہ علاج کرتی تھیں۔ یہ مصروفیت ۱۹۲۹ء تک جاری رہی۔ ۱۹۱۸ء میں قائداعظم نے سرڈنشا پیٹٹ کی اکلوتی بیٹی رتن بائی سے شادی کر لی تھی۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۹ء کو ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام دینا رکھا گیا۔ ۱۹۲۸ء میں جب قائداعظم اپنی بیگم کے ہمراہ تعطیلات گزارنے انگلستان گئے تو وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو اس کی پھوپھی فاطمہ کے پاس چھوڑ گئے۔ فاطمہ نے بہت توجہ سے اپنی بھتیجی کی دیکھ بھال کی اور پھر جب ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء کو قائداعظم کی بیگم کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے بھائی کی تنہائی کے خیال سے اپنا کلینک بند کر دیا اور بھائی کے مکان میں منتقل ہو گئیں۔

فاطمہ نہ صرف قائداعظم کے مکان میں منتقل ہو گئیں بلکہ انھوں نے گھر کا سارا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب ان کا اپنے بھائی کے ساتھ رفاقت کا وہ سفر شروع ہوا جو ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کے انتقال تک جاری رہا۔

مجموعی طور پر فاطمہ جناح اپنے بھائی کے ساتھ ہمہ وقت ۲۷۔۲۸ سال رہیں۔ اس میں وہ آخری ۱۹ سال بھی شامل ہیں جو قائداعظم کی زندگی کے ہر اعتبار سے بہت مصروف اور تھکا دینے والے سال تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت میں محمد علی جناح کی سرپرستی نے فاطمہ جناح کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ وہ رہن سہن، وضع قطع، اطوار و عادات اور بول چال میں قائداعظم کا عکس بن گئیں۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

محترمہ فاطمہ جناح کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک غصیلی اور کنجوس خاتون تھیں، جب کہ ان کی ہم عصر خواتین کہتی ہیں کہ وہ نہایت شگفتہ مزاج طبیعت کی مالک تھیں، لیکن اجنبیوں سے جلد بے تکلف نہیں ہوتی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ کنجوس نہیں بلکہ کفایت شعار خاتون تھیں، لیکن ان کی یہ کفایت شعاری اپنے لیے تھی۔ وہ اپنی ذات کے لیے فضول خرچی بالکل پسند نہیں کرتی تھیں۔ ان کو بے وقت کی چاے اور تواضع ناپسند تھی۔ وہ چاے اس وقت پلاتیں جب چاے پر بلاتیں۔ اسی طرح کھانے پر کسی کو بلاتیں تو اچھا خاصا اہتمام کرتیں اور تواضع کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑتیں۔ وہ باورچی خانے کا سارا سامان خود خرید کر لاتیں اور اپنے ہاتھ سے روزانہ کا سامان باورچی کے حوالے کرتیں۔ ہر چیز ناپ تول کر استعمال ہوتی۔ رات کو سونے سے قبل وہ باورچی خانے کو خود تالا لگاتیں۔

فاطمہ جناح نے نہ صرف قائداعظم کے گھریلو معاملات سنبھالے بلکہ قومی جدوجہد کے دوران جب قائداعظم کی سیاسی سرگرمیاں عروج پر تھیں ان کے ایک معتمد خاص کے فرائض بھی انجام دیے۔

انھوں نے بھائی کی خدمت کی طرف بھی اپنی پوری توجہ رکھی۔ ۱۹۴۸ء کا زیادہ تر حصہ انھوں نے قائداعظم کی خدمت اور تیمارداری میں گزارا۔ اپنی کتاب ''میرا بھائی'' میں وہ قائداعظم کی زندگی کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''ڈاکٹروں نے ان کا معائنہ کیا اور کہا کہ ہوائی سفر اور ایمبولنس کے تکلیف دہ واقعے کے باوجود ان کی صحت پر کوئی برے اثرات مرتب نہیں ہوئے۔ وہ جلد ہی گہری نیند سو گئے اور ڈاکٹر یہ کہتے ہوئے گورنر ہاؤس سے چلے گئے کہ وہ جلد ہی واپس آئیں گے۔ اب میں اپنے بھائی کے پاس تنہا تھی جو گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی پرسکون نیند کہیں اس شمع کی طرح نہ ہو جو بجھنے سے پہلے زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ خاموشی کے اس عالم میں میرا ذہن ان سے باتیں کر رہا تھا، جن (وہ بھائی کو پیار سے جن کہتی تھیں)

کاش ایسا ہو سکے کہ ڈاکٹر میرا تمام خون نکال کر آپ کے جسم میں داخل کر دیں تاکہ آپ زندہ رہ سکیں۔ کاش خدا میری زندگی کے تمام سال مجھ سے لے لے اور آپ کو دے دے تاکہ آپ قوم کی رہنمائی کرتے رہیں، اگر ایسا ہو سکے تو میں خداوند کریم کی بے حد شکر گزار ہوں گی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک سوتے رہے۔ پھر انھوں نے آنکھیں کھولیں، مجھے دیکھا اور سر کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ انھوں نے بات کرنے کی آخری کوشش کی اور سرگوشی کے انداز میں بولے۔ ''فاطی خدا حافظ، لا الہ الا اللہ... محمد... الرسول... اللہ...'' پھر ان کا سر آہستہ سے دائیں جانب ڈھلک گیا۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔''

فاطمہ جناح کا اپنے بھائی سے اور بھائی قائداعظم کا اپنی بہن سے محبت کا انداز فاطمہ جناح کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ قائداعظم کے انتقال کے بعد انھوں نے فرمایا:

''موت انھیں چھین کر لے گئی ورنہ ان کی غم گسار بہن ان پر جان قربان کر دیتی۔''

۱۹۳۰ء میں جب برطانوی حکومت نے لندن میں تمام سیاسی لیڈروں کی گول میز کانفرنس طلب کی تو قائداعظم اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ وطن واپس آنے کا ارادہ ترک کر دیا اور برطانوی پریوی کونسل میں پریکٹس شروع کر دی۔ پھر جب قائداعظم ہندستان واپس آئے اور دوبارہ سیاست میں بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا اس وقت بھی محترمہ فاطمہ جناح ان کے ساتھ تھیں۔ اس دور کے بارے میں وہ کہتی ہیں۔ ''۱۹۳۵ء میں ہم ہندستان واپس آ گئے۔ مسلمان کانگریس سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ مسلم لیگ ابھی اتنی مضبوط نہ ہوئی تھی۔ قوم کو قائداعظم پر اعتماد تھا۔ اس لیے قوم نے انھیں اپنے مستقبل کی باگ ڈور سونپ دی۔ یوں قائداعظم مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھائی کی رفیق کار

قائداعظم نے مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھال لینے کے بعد مسلم لیگ کی تنظیم نو کا آغاز کیا۔فاطمہ جناح نے قائداعظم کے مشن کی تکمیل کے لیے مسلم خواتین کو متحرک اور فعال کرنے کی ذمے داری سنبھال لی۔

قومی جدوجہد میں یہ دور قائداعظم کا مصروف ترین دور تھا۔ملک کے بڑے بڑے سیاسی رہنماؤں، انگریزوں اور ہندوؤں کے تمام بڑے بڑے لیڈروں سے ان کے مراسم تھے۔ان تمام سیاست دانوں کی جب قائداعظم سے ملاقاتیں ہوتیں تو فاطمہ جناح کو بھی ان سے ملنے اور دوران گفتگو مل بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ساتھ ہی ساتھ ان کا عوام سے بھی اسی طرح رابطہ تھا۔فاطمہ جناح نے نہ صرف مسلم خواتین میں سیاسی شعور بیدار کیا بلکہ انھیں سماجی اور تعلیمی میدان میں بھی اپنے روشن خیالات سے فائدہ پہنچایا۔فاطمہ جناح نے مسلمان طالبات کو بھی قومی سیاست سے برابر آگاہ رکھا۔ان کا خیال تھا کہ وہ خواتین جنھیں خوش قسمتی سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ہے وہ دیگر خواتین کے لیے بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں۔آپ نے مسلمان طالبات اور مسلمان خواتین کی بہت سی تنظیمیں قائم کیں۔

اپریل ۱۹۴۳ء میں دہلی ویمن اسٹوڈنٹس کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کا یہ فرض بھی ہے کہ ہر طرح باخبر رہیں۔روزمرہ واقعات، سیاسی معاملات و مسائل اور ان دوسرے معاملوں سے جو ہماری قومی زندگی اور ہمارے ملک پر اثر انداز ہوتے ہیں، گہری دل چسپی لیں۔''

فاطمہ جناح نے ۱۹۳۷ء میں پہلی بار لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔۱۹۳۸ء میں وہ بمبئی صوبائی مسلم لیگ کی رکن بن چکی تھیں۔اس لیے ۱۹۳۹ء کے بعد سے آل انڈیا مسلم کونسل کی مستقل رکن رہیں۔

مسلم لیگ کو متحد کرنے کے لیے جب قائداعظم خیبر سے لے کر راس کماری تک

دورے کر رہے تھے، فاطمہ جناح اپنے بھائی کے ساتھ تھیں۔وہ جب قائداعظم کے ساتھ کوئٹہ پہنچیں تو وہاں انھوں نے خواتین کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اب تک ہم مسلم خواتین نے اپنی قوم کی کوئی خاص مدد نہیں کی ہے۔حال آنکہ اگر ہم چاہتے تو بہت کچھ حصہ بنا سکتے تھے۔اس وقت ہماری ضرورتیں چار ہیں یعنی اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی۔ہم کو چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک جس سے جتنا ہو سکے اپنی قوت اور حیثیت کے مطابق اپنے خاندان، اپنے ہم سایوں، اپنے دوستوں اور عزیزوں میں عملی قوت کی روح پھونک کر ان میں قومیت کا جذبہ بیدار کرے۔اس طرح ہم اپنی قوم کی مدد کر سکتے ہیں۔''

دسمبر ۱۹۴۶ء میں کراچی خواتین مسلم لیگ کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناح نے فرمایا:

''میں سندھ کے مسلمانوں کو ان کی اس عظیم کامیابی پر مبارک باد دیتی ہوں۔اس کے ذریعے سے انھوں نے پاکستان پر اپنا غیر متزلزل یقین ثابت کر دیا ہے۔مجھے مسرت ہے کہ سندھ خواتین مسلم لیگ سے مجھے ملاقات کا موقع ملا۔''

فاطمہ جناح نے بے شمار مقامات پر مسلم طالبات کی بھی تنظیمیں بنائیں۔اس طرح مسلم ویمن اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا جس کی بانی فاطمہ جناح تھیں۔

تحریک پاکستان کی کارکن محترمہ نورالصباح بیگم کہتی ہیں:

''قائداعظم اکثر مصروف ہوتے اور ان سے مسلم خواتین جب نہ مل سکتیں تو محترمہ فاطمہ جناح سے مل کر قائداعظم کی ہدایات حاصل کرتیں اور ان سے مشورہ لے کر اس پر عمل کرتیں۔''

یوں سمجھیے کہ اپنی کوششوں سے محترمہ فاطمہ جناح نے مسلم خواتین میں حصول پاکستان کا جوش و جذبہ پیدا کر دیا اور تحریک بیداری نسواں میں ایسی روح پھونک دی جس کے قائداعظم متمنی تھے۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

تحریک پاکستان کے دوران جہاں کہیں بھی انھیں مسلم خواتین کے اجتماعات سے خطاب کرنے کا موقع ملا، وہ مسلم لیگ کے مشن سے آگاہی کے ساتھ ساتھ انھیں تعلیمی اہمیت سے بھی روشناس کراتی تھیں۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں مسلم ویمن اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

"تعلیم ایک اہم ستون اور بنیاد ہے جس پر قوم کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔"

وقت کی پابندی

محترمہ فاطمہ جناح میں بہت سی باتیں اپنے نام ور بھائی جیسی تھیں۔ وہ قائداعظم کی طرح ڈسپلن کی پابند تھیں۔ سید ہاشم رضا کا بیان ہے:

"ایک بار مس فاطمہ جناح اپوا (آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن) کی ایک تقریب میں جارہی تھیں تو قائداعظم کے اے۔ ڈی۔ سی، احسن صاحب نے جو بعد میں ایڈمرل احسن ہوئے، مجھے فون کیا کہ مس جناح اپوا کی تقریب میں جارہی ہیں اور ان کا حکم ہے کہ آپ سے بھی جانے کو کہا جائے۔"

میں نے کہا: "وہ تو خواتین کی تقریب ہے، میری موجودگی کی کیا ضرورت؟"

احسن صاحب نے جواب دیا: "پہلی بات تو یہ کہ میں بھی تو وہاں موجود رہوں گا۔ پھر آپ کراچی کے کمشنر ہیں تو ممکن ہے جب تک اپوا کی عمارت بنے وہ آپ سے کسی عمارت کے لیے کہیں گی۔"

تقریب کا وقت چھے بجے شام طے ہوا تھا۔ اس لیے میں محترمہ فاطمہ جناح کی طبیعت کو سمجھتے ہوئے، چھے بجنے میں دس منٹ تھے کہ وائی ڈبلیو۔ سی۔ اے کی عمارت جو ایم۔ اے۔ جناح روڈ پر اب بھی موجود ہے، پہنچ گیا۔ وہاں شامیانہ لگا ہوا تھا اور کوئی ۵۰۰ خواتین کے بیٹھنے کا انتظام تھا، لیکن اس وقت صرف ۲۵ خواتین موجود تھیں جن میں زیادہ تر اپوا کی عہدے دار تھیں۔ اپوا کی صدر بیگم رعنا لیاقت علی خاں اس صورت حال پر بہت

پریشان تھیں۔ ٹھیک چھے بجے محترمہ فاطمہ جناح پنڈال میں داخل ہوئیں تو اپوا کی عہدے دار خواتین نے ان کا استقبال کیا اور ان کو ہار پہنائے۔ اس کے بعد محترمہ فاطمہ جناح اسٹیج کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں "Let us begin"

بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے کہا: "محترمہ! ہم نے چائے کا بھی انتظام کیا ہے، براہ کرم آپ چائے کے لیے تشریف لے چلیے!"

دراصل صورت حال دیکھ کر کچھ ہی دیر پہلے یہ طے ہوا تھا کہ پہلے محترمہ فاطمہ جناح کو چائے پلائیں گے اور پھر اسٹیج پر لے جائیں گے۔ اس طرح دس پندرہ منٹ مل جائیں گے اور اس عرصے میں خواتین زیادہ تعداد میں جمع ہو جائیں گی لیکن بیگم رعنا لیاقت علی خاں کی درخواست کے جواب میں محترمہ فاطمہ جناح نے کہا:

"چھے بجے چائے! میں تو چار بجے چائے پیتی ہوں اور پھر چائے تو پروگرام میں شامل بھی نہیں ہے۔"

اس پر بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: "محترمہ! میں نے خواتین سے کہہ دیا تھا کہ وقت پر آجائیں، مگر دیکھیے تو وہ اب تک نہیں آئی ہیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں!"

اس پر محترمہ فاطمہ جناح اپنے مخصوص انداز میں یہ کہتے ہوئے اسٹیج پر جاپہنچیں۔ "اچھا تو آپ چاہتی ہیں کہ میں ان خواتین کا لحاظ کروں جنھوں نے میرا لحاظ نہیں کیا ہے۔ آیئے تقریب شروع کریں۔"

کیا آپ اس واقعے کو ان کی بدمزاجی کہہ سکتے ہیں؟ میرے خیال میں تو یہ اصول کی بات ہے۔

سید ہاشم رضا کہتے ہیں کہ ڈسپلن اور وقت کی پابندی کا ایک اور مظاہرہ میں نے دیکھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ۱۹۵۳ء میں مشرقی پاکستان میں سیلاب آیا۔ حکومت نے امدادی فنڈ جمع کرنے کی اپیل کی۔ اس وقت کراچی کے میئر خان بہادر حبیب اللہ اس

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

فنڈ کے خزانچی تھے اور لوگوں کے اصرار پر محترمہ فاطمہ جناح کو اس کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا اور وہ کمیٹی کا اجلاس اپنے گھر فلیگ اسٹاف ہاؤس میں منعقد کیا کرتی تھیں۔

سیلاب زدگان کی امداد کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس میں بارہ افراد تھے۔ اس کمیٹی کی چیئر پرسن محترمہ فاطمہ جناح تھیں۔ وائس چیئر مین محمد علی بوگرہ تھے جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ کراچی کے میئر خان بہادر حبیب اللہ خزانچی تھے اور سید ہاشم رضا جو اس وقت وزارت اطلاعات ونشریات کے سکریٹری تھے، وہ بھی ریلیف کمیٹی میں شامل تھے۔

سید ہاشم رضا اس دور کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ریلیف کمیٹی کی میٹنگ فلیگ اسٹاف ہاؤس میں ہوتی تھی۔ محترمہ فاطمہ جناح یہ میٹنگ اپنے ڈرائنگ روم میں کیا کرتی تھیں۔ میٹنگ کے وقت بارہ کرسیاں ڈرائنگ روم میں ہوا کرتی تھیں۔ یوں تو کوئی شخص چاہے تو اپنے گھر میں آرام سے وقت کی پابندی کرسکتا ہے۔ بہ ظاہر کوئی خاص بات نہیں ہے، لیکن ان کی شان ہی الگ تھی۔ میں ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک بار میٹنگ کے وقت سے کچھ دیر پہلے ہم سب لوگ جمع ہوگئے۔ صرف محمد علی بوگرہ صاحب موجود نہ تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح کا ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم نچلی منزل پر تھے جب کہ بیڈ روم اوپر تھا اور بیڈ روم کے سامنے ایک برآمدہ تھا جس سے سیڑھیاں نیچے آتی تھیں۔ میٹنگ کا ٹائم تھا چھ بجے، تو جیسے ہی ڈرائنگ روم میں لگے وال کلاک نے ٹن کیا، محترمہ فاطمہ جناح سیڑھیوں پر نمودار ہوئیں اور وال کلاک کی ٹک ٹک کے ساتھ سیڑھیاں اترنے لگیں۔ جب وال کلاک نے چھٹی مرتبہ ٹن کیا تو اسی لمحے وہ ہال میں داخل ہوئیں اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ پھر خان حبیب اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اچھا خان بہادر صاحب شروع کیجیے۔''

خان بہادر صاحب نے کہا: ''کیا ہم چند منٹ اور انتظار نہ کرلیں؟''

محترمہ فاطمہ جناح نے کہا: ''کس کے لیے؟ کیا ہم سب یہاں موجود نہیں

ہیں؟''

خان بہادر نے کہا: ''محمد علی بوگرہ صاحب کا انتظار کرلینا چاہیے۔''

محترمہ فاطمہ جناح نے ناراض ہوکر کہا: ''محمد علی بوگرہ کون ہیں؟ ان کو وقت پر آجانا چاہیے تھا جب کہ ان کو نوٹس پہلے سے چلا گیا تھا۔''

بہر حال محمد علی بوگرہ صاحب پہنچ گئے۔ وہ صرف سات منٹ لیٹ تھے۔ آکر پہلے تو انھوں نے مس جناح سے معذرت کی اور پھر اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: ''مجھے آنے میں دیر اس لیے ہوئی کہ میرے پاس ایک سفیر صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے جانا ہے، کیوں کہ یہ سفارتی آداب کے خلاف تھا۔''

محترمہ فاطمہ جناح نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میٹنگ چلتی رہی اور پھر برخاست ہوگئی۔ اس واقعے سے میرے ذہن میں تو یہی بات آئی کہ محترمہ نے سوچا ہوگا کہ محمد علی بوگرہ صاحب نے سفیر کو ساڑھے پانچ بجے کا وقت دیا ہوگا جب کہ میٹنگ کا ٹائم چھ بجے کا تھا۔ وہ سفیر کو کوئی اور وقت دے سکتے تھے۔ یہ ان کی غلطی تھی۔ ان کو وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔

بے خوفی اور صداقت

محترمہ فاطمہ جناح کا مزاج قائداعظم کا مزاج تھا۔ وہ احمقوں کو برداشت نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی قصیدہ گو قسم کے لوگوں کو پسند کرتی تھیں۔ وہ بہت مختصر گفتگو کرتی تھیں۔ بے کار باتیں کبھی نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی اس بات کی اجازت دیتی تھیں کہ لوگ ان کی خوشامد کریں۔ قائداعظم کے سکریٹری کے۔ ایچ۔ خورشید کی بیگم، ثریا خورشید کو محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ ''فلیگ اسٹاف ہاؤس'' میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ اپنی یادداشتوں میں انھوں نے لکھا ہے کہ ایک روز ایک اعلا افسر فلیگ اسٹاف ہاؤس آیا۔ مالٹوں کا ایک کریٹ ملازم کو دیا اور محترمہ فاطمہ جناح سے ملنے کی اجازت چاہی۔ محترمہ فاطمہ جناح نے

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

مالٹے واپس کرا دیے اور ملنے سے انکار کر دیا۔ وہ شخص کسی صورت مالٹے واپس نہ لیتا تھا۔

چناں چہ محترمہ نے ملازم سے کہا:

''اسے کہو، اسے جرات کیسے ہوئی کہ میرے ہاں بغیر کسی قسم کے تعلقات کے پھل لے کر آئے۔ تم پھل سڑک پر رکھ دو اور واپس آ جاؤ۔''

ملازم کے جانے کے بعد میں نے کہا: ''محترمہ! ہو سکتا ہے وہ شخص واقعی آپ کے لیے قدر و منزلت کے دلی جذبات رکھتا ہو اور خوشی سے یہ تحفہ لایا ہو۔''

محترمہ فاطمہ جناح نے جواب دیا: ''میں خوب جانتی ہوں، یہ حکومت میری سی آئی ڈی کرتی ہے۔ یہ سنتری بھی جو پہرہ دیتے ہیں، ہر بات اپنے افسران کو بتاتے ہیں کہ آج مجھ سے کون ملنے آیا اور کون گیا۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں ان چیزوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں اور مجھ پر ان کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ میں نے کئی بار حکومت سے کہا ہے کہ میرے گھر سے یہ گارڈ ہٹا دیں، لیکن وہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں کہ حکومت قائداعظم کی بہن کا کس قدر احترام کرتی ہے۔ قائداعظم نے اپنا سب کچھ ٹرسٹ کو دے دیا ہے، لیکن پھر بھی میرے لیے وہ اتنا چھوڑ گئے ہیں کہ میں عزت کے ساتھ زندگی گزار سکوں۔ میں کب ان کی پروا کرتی ہوں۔ یہ مجھے جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے!''

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے بیگم ثریا خورشید لکھتی ہیں:

''ایک شام ہم کلفٹن کی طرف ڈرائیو کرنے گئے۔ واپسی پر صدر کی ایک مخصوص دکان پر جہاں سے محترمہ ہمیشہ پھل خریدتی ہیں، رکے۔ انھوں نے آم اور امرود کے دام پوچھے تو دکان دار کہنے لگا:

''آم دوسروں کے لیے پانچ روپے سیر ہیں، لیکن آپ کے لیے ساڑھے چار روپے سیر ہیں اور امرود دوسروں کے لیے دو روپے سیر ہیں، لیکن آپ کے لیے ڈیڑھ روپے سیر۔''

اس دکان دار کا خیال ہوگا کہ اس قسم کی بات کر کے وہ انھیں متاثر کر سکے گا، لیکن محترمہ فاطمہ جناح الٹا ناراض ہو گئیں اور بولیں:

''میرے لیے یہ علاحدہ بھاؤ کیوں؟ اگر ریٹ وہی ہے تو مجھے دوسرا کیوں بتاتے ہو؟ مفت کا احسان کس لیے؟ میں ان باتوں کو برا سمجھتی ہوں!''

دکان دار کھسیانا ہو گیا اور معافی مانگنے لگا۔ کچھ دیر بعد محترمہ فاطمہ جناح نے کہا:

''قصور دکان دار کا بھی نہیں ہے۔ یہ طرزِ عمل بھی قومی کردار بن گیا ہے کہ بغیر کسی وجہ کے یوں ہی دوسروں پر احسان جتانا اور جھوٹی باتوں سے انھیں متاثر کرنا۔ ہمارے لوگ ان باتوں کو سچ سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔''

قائداعظم کے انتقال کے بعد محترمہ فاطمہ جناح تقریباً گوشہ نشین ہو گئیں۔ انھوں نے بھائی کا سوگ اس طرح منایا کہ سال بھر تک کسی جلسے، کسی سرکاری میٹنگ میں شرکت نہ کی، لیکن جب انھوں نے جمہوری طرز پر حاصل کیے گئے ملک میں جمہوریت کی پامالی دیکھی تو چپ نہ رہ سکیں۔ انھیں جو کہنا ہوتا وہ اپنے بیانات اور خطاب میں نہایت دلیری اور بے باکی سے کہہ دیتیں۔ ان کے لہجے کی تندی اور سچائی سے حکمراں گھبراتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ ان کی بات عوام تک نہ پہنچے۔

۱۱ ستمبر ۱۹۵۱ء کو قائداعظم کی برسی پر جب محترمہ فاطمہ جناح نے ریڈیو پر قوم سے خطاب کرنے کے لیے تقریر تیار کی تو کہا گیا کہ آپ اپنی تقریر میں سے چند پیرے نکال دیں۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ یہ بات اظہارِ رائے کی آزادی کے خلاف ہے۔ اس پر بیورو کریسی نے اپنا رنگ دکھایا اور لوگ ان کی تقریر کے وہ حصے صحیح طور پر نہ سن سکے جن میں ان کا لہجہ سخت تھا۔ بعد میں اس واقعے پر ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل زیڈ۔ اے۔ بخاری نے ٹھیٹ دفتری رسمی انداز میں محترمہ فاطمہ جناح سے معذرت کی کہ جنریٹر کی خرابی کی وجہ سے تمام کوشش کے باوجود ٹرانسمٹر کو فل پاور سپلائی نہ ہو سکی اور لوگ تقریر کا کچھ حصہ اچھی طرح سن نہ سکے۔ اس پر محترمہ فاطمہ جناح نے کہا: ''آپ کا ٹرانسمٹر بہت ہی ہوشیار

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور نیاز مند معلوم ہوتا ہے کہ عین اس وقت کام کرنا بند کر دیتا ہے جب آپ چاہتے ہیں۔"

پھر اس کے بعد انھوں نے ریڈیو پر خطاب سے انکار کر دیا۔

۱۹۵۵ء میں چودھری محمد علی پاکستان کے وزیر اعظم ہوئے۔ وہ محترمہ فاطمہ جناح کا بے حد احترام کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ لوگ محترمہ فاطمہ جناح کو سننا چاہتے ہیں۔ انھوں نے جناب ہاشم رضا سے جو وزارت اطلاعات ونشریات کے سکریٹری تھے، کہا کہ آپ مس جناح کو آمادہ کریں کہ وہ ریڈیو سے تقریر کریں۔ لوگ ان کو سننا چاہتے ہیں۔ ہاشم رضا صاحب نے وزیر اعظم سے کہا کہ جناب میں تو مس جناح کی خدمت میں چلا جاؤں گا، لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کوئی ان کی تقریر میں مداخلت نہیں کرے گا۔ اگر آپ مجھ کو اجازت دے دیں کہ ان کی تقریر پہلے سے ریڈیو پاکستان کو نہیں بھیجی جائے گی اور وہ تقریر اپنے پاس رکھیں گی تو میں ان کی خدمت میں چلا جاؤں گا۔

چودھری محمد علی صاحب نے کہا: "ٹھیک ہے، میں تیار ہوں!"

اس پر ہاشم رضا صاحب محترمہ فاطمہ جناح کے پاس گئے اور کہا:

"مس جناح! لوگ آپ کی آواز کو ترس گئے ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ ریڈیو پر قوم سے خطاب کریں۔"

انھوں نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

میں نے عرض کیا: "محترمہ! آپ کو یہ اعتراض ہے نا کہ آپ کی تقریر میں مداخلت کی گئی۔ اگر ایسی صورت نکل آئے کہ آپ کی تقریر میں کوئی مداخلت نہ ہو تب تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا؟"

انھوں نے پوچھا: "کون سی صورت؟"

ہاشم رضا صاحب نے کہا: "آپ اپنی تقریر اپنے پرس میں رکھیں گی اور کسی کو نہیں بھیجیں گی۔ میں خود آپ کو لینے آؤں گا اور سیدھا اس اسٹوڈیو میں لے جاؤں گا جہاں سے آپ کی تقریر براڈ کاسٹ ہونا ہے۔"

ان کو کسی بات پر آمادہ کرنا بہت مشکل تھا، لیکن جب ہاشم رضا صاحب نے ان سے کہا کہ دیکھیے مس جناح، آپ پاکستان کے لوگوں سے تو ناراض نہیں ہیں نا! وہ لوگ آپ کی آواز کو ترس گئے ہیں اور ان کے لیے آپ کو ریڈیو اسٹیشن جانا چاہیے۔ ان لوگوں کے لیے جو آپ سے محبت کرتے ہیں، جو آپ کو سننا چاہتے ہیں تو یہ بات ان پر اثر کر گئی اور وہ ریڈیو سے تقریر کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ پھر جب تک وہ زندہ رہیں قائد اعظم کی برسی پر ریڈیو سے قوم سے خطاب کرتی رہیں۔

قیام پاکستان کے بعد

پاکستان قائم ہو گیا تھا، لیکن ابھی فاطمہ جناح کا مشن نامکمل تھا جس کی تکمیل پاکستان میں تعلیم کی جڑیں مضبوط کرنے کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد فاطمہ جناح نے پاکستانی معاشرے میں ناخواندگی کے خاتمے کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ وہ اسکول، کالج اور دیگر تعلیمی اداروں کی طرف سے ہونے والی تقریبات میں ضرور شرکت کرتیں اور ہر جگہ تعلیم نسواں کی اہمیت کو اجاگر کرتیں۔

۳۰ جون ۱۹۴۸ء کو مدرسہ بنات الاسلام کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

"یہ بات صحیح ہے کہ مرد اور عورت کے مشاغل اور فرائض مختلف ہیں، مگر اس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ فرائض کے لحاظ سے تعلیم نسواں کا بندوبست ہو، نہ کہ ان کی تعلیم کی طرف سے غفلت برتی جائے جس کو میں نہ صرف کوتاہی بلکہ بہت بڑا جرم خیال کرتی ہوں۔"

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے اس طرح سزا دی کہ انھیں خواہش ہونے اور نہ ہونے، دونوں صورتوں میں اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کی کثیر تعداد کو اس طرح ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ لاکھوں مرد، عورتیں اور بچے

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے عزیزوں کی بے گوروکفن لاشوں پر سے گزر کر پاکستان پہنچے۔ یہ مہاجرین نہایت ابتر حالت میں پاکستان پہنچے تھے۔ان کی آبادکاری حکومت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ بن گئی تھی ۔روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لٹے پٹے مہاجرین کے قافلے سرحد پار کر کے لاہوراور کراچی میں پہنچ رہے تھے۔اس حالت کو دیکھ کر کراچی کی خواتین میدان عمل میں آ گئیں۔مس فاطمہ جناح کی قیادت میں مہاجرین کی آبادکاری کا کام شروع کر دیا گیا۔اہم خواتین کی خاصی تعدادبیگم جعفر کے مکان پرجمع ہوئی جہاں پناہ گزینوں کی تکالیف رفع کرنے کے لیے وسائل اور ذرائع پرغور کیا گیااور کام کومنظم انداز میں انجام دینے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کی خزانچی بیگم امین الدین مقرر ہوئیں۔بیگم نصرت ہارون نے پانچ ہزارروپے کا عطیہ فوری طور پر دیا۔اس کے بعدان خواتین نے ایک جلسہ کیا۔اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناح نے لوگوں سے چندہ جمع کرنے کی اپیل کی اور فوری طور پر سات ہزارروپے جمع ہو گئے۔اس کے بعداس کمیٹی کا اجلاس محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے گھر پر طلب کیا۔یہ ۱۳ستمبر ۱۹۴۷ء تھا اوراس کے بعد محترمہ فاطمہ جناح نے گورجنرل ہاؤس کومہاجرین کی آبادکاری کے لیے پیش کر دیا۔منظر کچھ اس طرح کا بن گیا کہ گورنر جنرل ہاؤس میں ایک طرف قائداعظم اپنے اسٹاف کے ساتھ اہم سرکاری امور کی انجام دہی میں منہمک ہیں،اعلاسرکاری افسراورغیر ملکی سفارتی نمائندے آ جا رہے ہیں تو دوسری طرف لان میں محترمہ فاطمہ جناح رضا کار خواتین کے ساتھ مہاجرین کے لیے سوئیٹر بن رہی ہیں۔برآمدوں میں اور چھت پر لحاف گدے بچھے ہوئے ہیں اور خواتین انھیں ٹانکنے میں مصروف ہیں۔

قائداعظم آتے جاتے خواتین کی خدمت کا یہ انداز دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔

فاطمہ جناح نے فوری امداد کے کاموں کے ساتھ ساتھ مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کے مستقل انتظامات بھی شروع کر دیے۔ان کے لیے انڈسٹریل ہومز اور دیگر دست کاری کے ادارے کھولے جہاں خواتین کو سلائی کڑھائی اور دیگر دست کاری کے کام

سکھائے جاتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے روزگار خود پیدا کرنے کا انتظام کیا گیا۔

ابھی ایک محاذ پر محترمہ فاطمہ جناح مصروف عمل تھیں کہ ہندستان نے دوسرا محاذ کھول دیا۔ ہندستان نے پاکستان کے وجود کو مٹانے کے لیے کشمیر پر حملہ کر دیا اور اس کے ایک وسیع حصے پر قبضہ کرلیا۔وہ لوگ جو آزاد کشمیر قائم کر کے دشمن کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے تھے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے محترمہ فاطمہ جناح میدان میں آ گئیں۔محترمہ فاطمہ جناح نے ۱۱ستمبر ۱۹۵۰ءکو قائداعظم کی برسی کے موقع پر قوم کے نام اپنے خطاب میں کشمیر کی آزادی پر زور دیا اور کشمیر کے منصفانہ حل کے لیے زور دیا اور کہا: ''مرتے وقت بھی قائداعظم کے لبوں پر کشمیر کا نام تھا۔مسئلہ کشمیر پاکستان کا ایک اہم مسئلہ ہے۔جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کی خواہش کو زیادہ دیر تک نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔وہ حق خود ارادیت چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کے عوام بھی کشمیر پر غاصبانہ قبضے کی ناانصافی کو قبول نہیں کریں گے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم کی طرح مرتے دم تک کوشاں رہیں اور وہ پاکستان کی ہر حکومت کو اس مسئلے کو نمٹانے کے لیے تنبیہ کرتی رہیں۔انھوں نے کشمیری مہاجرین کی مالی،اخلاقی دست گیری کر کے اپنا حق ادا کر دیا۔

محترمہ فاطمہ جناح نے بچوں کی بھلائی کے لیے بھی بہت سے ایسے کاموں کی بنیاد ڈالی۔

فاطمہ جناح خود ڈاکٹر تھیں۔اس وجہ سے قومی صحت کے بارے میں بھی بہت غوروفکر کرتی رہتی تھیں۔اس سلسلے میں اپنی کاوش کے بارے میں انھوں نے کہا:

''میں اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لاہور آئی تو صورت حال کا جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ لیڈی ڈاکٹروں کے ادارے کی اشد ضرورت ہے۔میں نے لاہور میں زنانہ میڈیکل کالج قائم کرنے کے لیے مسٹر کرامت علی وزیر صحت پنجاب اور کرنل ملک انسپکٹر جنرل سول ہسپتال سے بات چیت کی اور تجویز کیا کہ بالک رام میڈیکل کالج اور اس سے ملحقہ

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ادارے جہاں پناہ گزین موجود ہیں، خالی کرائے جائیں اور اسے زنانہ میڈیکل کالج میں تبدیل کردیا جائے اور اس طرح ہمارے پہلے زنانہ میڈیکل کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام میں بھی اپنی نوعیت کی واحد درس گاہ ہے۔''

محترمہ فاطمہ جناح میں قیادت کی بے پناہ صلاحیتیں موجود تھیں اور وہ سماجی کاموں میں خواتین کی رہنمائی کرتی رہتی تھیں۔ خواتین بھی ان کے مشوروں پر بہت خلوص کے ساتھ عمل کرتی تھیں۔ وہ جہاں کہیں بھی خواتین سے خطاب کرتیں ان کو دینی اور سماجی کاموں میں حصہ لینے کی تلقین ضرور کرتیں۔

فاطمہ جناح کی حوصلہ افزائی سے بہت سی خواتین طب کے میدان میں بھی بڑھ چڑھ کر کام کرنے لگیں اور اپنے طور پر فری ڈسپنسریز بھی قائم کرنا شروع کردیں۔ دسمبر ۱۹۴۸ء میں قائد آباد کراچی میں مہاجرین کی طبی امداد کے لیے ایک مفت ڈسپنسری کا افتتاح محترمہ فاطمہ جناح نے کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح کی حوصلہ افزائی سے قائم ہونے والے اور ان کی ذاتی کوششوں سے بننے والے بہت سے فلاحی طبی مرکز آج بھی پاکستان میں ان کی یادگاروں میں شامل ہیں۔

تعلیمی اور طبی میدان کے علاوہ دینی میدان میں بھی فاطمہ جناح پیش پیش تھیں۔ وہ ایک سچی مسلمان خاتون تھیں۔ انگریزی تعلیم کے باوجود ان کے دل میں اسلام کی بے پناہ محبت تھی۔

تحریک پاکستان کے زمانے میں جب وہ مسلمان خواتین کی بیداری کے لیے کام کررہی تھیں اس وقت بھی وہ خواتین کو دینی تعلیم کی طرف رغبت دلاتیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی انھوں نے اپنے اس مشن کو جاری رکھا۔

فاطمہ جناح پاکستان میں اسلامی اقدار کو مضبوط کرنے کی زبردست حامی تھیں اور وہ ہر سال عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے موقعوں پر جب قوم سے خطاب کرتیں تو انھیں اسلامی اصولوں پر چلنے کی تلقین کرتیں۔ اپنی زندگی کی آخری عیدالفطر کے موقع پر محترمہ

فاطمہ جناح نے کہا:

''اسلام ایسا مذہب نہیں جو محض انسان کے اللہ سے تعلقات پر حاوی ہے بلکہ تمدن و معاشرت کا مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس میں وہ تہذیب بھی شامل ہے جس کی بنیاد مساوات، اخوت اور انصاف پر ہے اور دنیا پر اپنی جلوہ نمائی کرچکی ہے۔''

محترمہ فاطمہ جناح جب بھی دینی اداروں میں تشریف لے جاتیں تو نہ صرف ان سے اخلاقی تعاون کرتی تھیں بلکہ ذاتی طور پر مالی امداد بھی کرتی تھیں۔

جمہوریت کی فتح

محترمہ فاطمہ جناح کو پاکستان کے لوگوں سے بے پناہ محبت تھی۔ یہ ان کی محبت ہی تھی کہ جب اسلام کے نام پر جمہوری طریقے سے بننے والے پاکستان میں مارشل لا آگیا تو وہ پریشان ہوگئیں اور پھر انھوں نے اس مسئلے پر صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا نہیں کیا۔ جب پاکستان میں مارشل لا کے ذریعے سے برسراقتدار آنے والے صدر ایوب خاں نے صدارتی انتخاب کا اعلان کیا تو وہ لوگوں کے بنیادی حقوق کے لیے میدان میں نکل آئیں۔ حالانکہ اس وقت تک وہ کافی ضعیف ہوچکی تھیں۔

۸ جون ۱۹۶۲ء کو صدر جنرل محمد ایوب خاں نے جو مارشل لا کے تحت اقتدار میں آئے تھے، نئے آئین کے تحت حلف اٹھایا اور مارشل لا ہٹانے کا اعلان کردیا۔ صدر بننے کے بعد انھوں نے مسلم لیگ کی صدارت بھی سنبھال لی۔ اس اقدام کی کچھ سیاست دانوں نے حمایت کی اور کچھ نے مخالفت۔ اس دوران صدر ایوب نے سیاسی پارٹیوں پر سے پابندی اٹھالی جب کہ اقتدار میں آنے کے بعد انھوں نے خود سیاسی پارٹیوں پر پابندی عائد کی تھی۔ جب انھوں نے سیاسی پارٹیوں کو بحال کیا تو ان کی ہدایت پر ۷ اور ۸ ستمبر کو مسلم لیگ کا کراچی میں کنونشن طلب کیا گیا جس کی صدارت چودھری خلیق الزماں نے کی اور اس طرح ''کنونشن مسلم لیگ'' قائم ہوئی جو صدر ایوب کی حامی تھی۔ دوسری طرف مسلم لیگ

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ایک گروپ جس کے محرک سردار بہادر خاں تھے جنھوں نے اس کنونشن کو تسلیم نہیں کیا تھا، انھوں نے اس کی آئینی اور قانونی حیثیت کو چیلنج کیا۔ جواز یہ پیش کیا کہ مسلم لیگ کے آئین کی رو سے کنونشن طلب کرنے یا بحالی کا اختیار صرف ''کونسل'' کو ہے۔ چناں چہ جو لوگ اس کنونشن میں شریک نہیں ہوئے تھے انھوں نے ڈھاکا میں ۲۷ اور ۲۸ اکتوبر کو کونسل کا اجلاس طلب کر کے جماعت کی بحالی کا اعلان کر دیا۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت مولانا محمد اکرم خاں نے کی اور خواجہ ناظم الدین کو صدر اور سردار بہادر خاں کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ یوں یہ ''کونسل مسلم لیگ'' کہلائی۔

جب صدر ایوب خاں نے صدارتی انتخاب کا اعلان کیا تو خواجہ ناظم الدین کی کوششوں سے ۳۱ جولائی ۱۹۶۴ء کو ملک کی پانچ سیاسی جماعتوں نے اتفاق رائے سے ایک جماعت تشکیل دی جس کا نام ''متحدہ حزب مخالف'' (COP) رکھا گیا جس نے صدارتی انتخاب کے لیے اپنا منشور پیش کر دیا۔

نئی متحدہ پارٹی کی تشکیل میں مسلم لیگ کونسل کی طرف سے خواجہ ناظم الدین، نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے مولانا عبدالحمید بھاشانی، عوامی لیگ کی طرف سے نواب زادہ نصراللہ خاں اور شیخ مجیب الرحمان شریک ہوئے۔ جب کہ نظام اسلام پارٹی کی طرف سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی شریک تھے۔ متحدہ حزب مخالف نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کر دیا۔

جب محترمہ فاطمہ جناح نے صدارتی انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا تو انھوں نے کراچی سے لے کر ڈھاکا تک طوفانی دورے کیے۔ بڑھاپے میں ایسے طوفانی دورے کرنا ان کی ہی ہمت تھی۔

نومبر ۶۴ء میں لاہور میں انھوں نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''ملک میں نام نہاد آئین ہے جسے ایک شخص نے نافذ کیا ہے۔ ایسے شخص نے بنایا ہے جسے ایک شخص چلاتا ہے۔ وہ اپنا تقرر خود کرتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو برطرف کر سکتا ہے۔ گویا

پاکستان میں ایک مطلق العنان بادشاہت قائم ہے۔''

دسمبر ۶۴ء میں ملتان میں اپنے خطاب میں محترمہ فاطمہ جناح نے فرمایا: ''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے سولہ سال سے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ جب پاکستان قائم ہوا تو میں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی، کیوں کہ میں چاہتی تھی کہ دوسرے لوگ سامنے آئیں اور کام کریں۔

مسٹر ایوب خاں کہتے ہیں کہ میں اتنے عرصے بعد کیوں میدان میں آئی ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں سولہ سال اس امید پر گوشہ نشین رہی کہ حکومت کے کاروبار میں عوام کو شریک کیا جائے گا، ملک ترقی کرے گا، جمہوریت کو فروغ حاصل ہوگا اور عوام کے فائدے کے لیے قوانین بنائے جائیں گے، لیکن گزشتہ چھے سال میں ملک میں جو کچھ ہوا، آپ اس سے واقف ہیں۔

مسٹر ایوب خاں کہتے ہیں کہ ان کی حکومت نہ رہی تو پاکستان کا استحکام ختم ہو جائے گا۔ اس لیے اگر اس ملک کے استحکام کا انحصار ایک شخص پر ہے تو یہ صورت ملک کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ کوئی آدمی قیامت تک زندہ نہیں رہتا۔ کیوں نہ ہم اس نظام کو ہی بدل دیں جس میں ملک کا استحکام ایک فرد پر ہے۔ کسی شخص کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی رہے یا نہ رہے، ملک کا استحکام متاثر نہیں ہوتا۔ قائداعظم جب ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو پاکستان اس وقت بھی قائم رہا اور یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ یہ ملک قائم رہنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس ملک کو اسلامی مملکت بننے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ہم اسے کبھی ختم ہونے نہیں دیں گے۔''

صدارتی انتخابات ہوئے اور ختم ہوئے۔ ہزار دھاندلیوں کے باوجود محترمہ فاطمہ جناح نے کراچی، ڈھاکا اور چٹاگانگ میں صدر ایوب کو بھاری اکثریت سے ہرادیا۔ یہاں تک کہ تمام رکاوٹوں کے باوجود محترمہ فاطمہ جناح کو سب سے زیادہ ووٹ ملے۔

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

الیکشن کمیشن نے ۸ جنوری کو صدارتی انتخاب میں صدر ایوب کی کامیابی کا سرکاری اعلان کیا۔

زندگی کا فلسفہ

محترمہ فاطمہ جناح صدارتی انتخاب ہار گئیں، لیکن ان کی استقامت میں کوئی فرق نہ آیا۔ ایک بار انھوں نے کہا تھا: ''زندگی میں ہر عمر اور ہر دور میں انسان کے اندر کچھ نہ کچھ سیکھنے کی صلاحیت ختم نہیں ہونی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر بعض حالات اور وجوہات کی بنا پر ہم وہ کچھ حاصل نہ کرسکیں تو موقع ملنے پر بھی ہم اس کے لیے کوشاں نہ ہوں اور سرے سے ہمت ہار دیں۔ ہم خواہ کتنا ہی سیکھ جائیں، لیکن پھر بھی ہر موقع پر نئی راہیں، نئی امیدیں اور نئے ولولے ہمارا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انسان کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو، اسے ہر وقت کوئی نہ کوئی چیز سیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے جب بھی موقع ملے، اور حالات سازگار ہوں، ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ایک ناکامی زندگی بھر کی ناکامیوں کا نام تو نہیں۔ ضروری نہیں کہ ہم ہمیشہ ناکام رہیں۔ ہمیں کبھی ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور مسلسل جدوجہد اور کوشش کرتے رہنا چاہیے۔''

زندگی کے بارے میں محترمہ فاطمہ جناح کا نظریہ بہت حقیقی تھا۔ ان کا کہنا تھا: ''زندگی اتنی مختصر ہے کہ پلک جھپکنے میں بہترین سال گزر جاتے ہیں۔ پھر اسے بہتر سے بہتر طریق پر کیوں نہ گزارا جائے۔ اپنی مجبوریوں اور کوتاہیوں پر افسوس کرنے سے بہتر ہے کہ ہم ان سے نمٹنا سیکھیں اور انھیں آسانی اور آسائش میں بدل دیں۔ یہی زندگی کا سنہرا اصول ہے۔ اسی کے سہارے مشکلات اور ناکامیاں آسائش اور کامیابی میں بدل جاتی ہیں۔ زندگی بہت قیمتی ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اسے فضول باتوں اور اداس لمحوں کی نذر کرنا بڑی غلطی ہے۔ مسکراتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہم سب کا نصب العین ہونا چاہیے۔ اس طرح ہم یقیناً ان دشوار مرحلوں سے بآسانی گزر جائیں گے جو بعض اوقات

چٹان کی طرح ہمارے راستے میں حائل ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں انسانیت کے ان بنیادی اصولوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جنھیں ہم اخلاق اور شرافت کا نام دیتے ہیں۔ غلط راہوں پر چل کر زندگی کا لطف اٹھانا شدید حماقت ہے۔''

سفرِ آخرت

فاطمہ جناح نے ۸ا جولائی ۱۹۶۷ء کو حیدرآباد (دکن) کے سابق وزیراعظم میر لائق علی کی بیٹی کی شادی میں شرکت کی اور تقریباً پون گھنٹہ وہاں ٹھہریں۔ وہ تقریباً ساڑھے سات بجے اپنے گھر موہٹہ پیلس پہنچیں۔ اس زمانے میں اتوار کی ہفتہ وار چھٹی ہوا کرتی تھی اس لیے انھوں نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ اگلی صبح یعنی اتوار کو کہیں باہر جانا ہے اس لیے وہ چھٹی نہ کرے۔

لیکن افسوس اگلی صبح یعنی ۹ جولائی ۱۹۶۷ء کو جب ان کا خانساماں ان کے لیے چائے لے کر ان کے بیڈروم کے دروازے پر پہنچا تو انھوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ پھر جب دروازہ توڑا گیا تو دیکھا کہ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بستر پر لیٹی ہیں اور ان کی روح پرواز کرچکی ہے۔

مادرِ ملت کو قائداعظم کے مزار کے قریب اس احاطے میں دفن کیا گیا جہاں قائد کے دوسرے ساتھی اور ملک کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خاں اور سردار نشتر دفن ہیں۔

قوم نے اپنے رہنما کی بہن اور ان سے سب سے زیادہ قریب رہنے والی ہستی کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح کوئی سیاست داں نہیں تھیں، مگر جب قوم نے ان کی طرف رہنمائی کے لیے نظریں اٹھائیں تو انھوں نے سیاست کے میدان میں آنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ کی۔ قائداعظم کی رفاقت کا حق انھوں نے خوب ادا کیا۔